رسائل و مسائل

اسلامی تحریک میں سمع و طاعت کی شرعی حیثیت

سوال: اللہ کے نبیؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص امیر کی اطاعت سے روگردانی کرتا ہے گویا کہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ:

۱۔ ایک اسلامی تحریک میں، جب کہ اسلامی حکومت قائم نہ ہو، سمع و طاعت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

۲۔ اطاعت کب تک جائز رہتی ہے؟ کیا ہر معروف کی اطاعت لازمی ہے؟

۳۔ کیا اطاعت کی حد اتنی ہی وسیع ہے جتنی کہ اسلامی ریاست میں امیر کی اطاعت کی ہے؟

۴۔ اطاعت نہ کرنے پر نبی کریمؐ کی احادیث میں جو وعید ملتی ہے کیا تحریک میں اطاعت سے روگردانی پر بھی فرد اسی کا حق دار قرار پاتا ہے؟

جواب: اقامت دین کا کام فرض عین ہے۔ اسلامی تحریک اس کام کو ادا کرنے کے لیے وجود میں آئی ہے۔ اس کی چھوٹی بڑی تنظیمیں اسلامی تحریک کے مختلف یونٹ ہیں اور اسلامی تحریک کی حیثیت ایک منظم فوج کی ہے۔ امارت، نظم اور اجتماعیت کی اساس ہے اور امارت بغیر سمع و اطاعت کے متصور نہیں ہے۔ اسلامی تحریک کا وجود اور اس کا کام قرآن پاک کی متعدد آیات اور احادیث کا تقاضا اور دین کی روح ہے۔

اسلامی تحریک ایک طرف مسلمانوں کو ان کا فرض یاد دلاتی ہے، انھیں اس کے لیے فکری اور عملی طور پر تیار کرتی ہے اور دوسری طرف لادین جماعتوں کا مقابلہ کرتی ہے۔ باطل اور لادین افکار و نظریات پر تنقید کر کے عامۃ المسلمین کو ان کے شر سے بچاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو صرف یہ بات مطلوب نہیں کہ لوگ اس کے دین کے لیے لڑیں، بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ لوگ منظم ہو کر اس کے دین کے لیے لڑیں اور ایک منظم قوت بن کر کفر کی منظم طاقت کو شکست دیں اور اس کے اقتدار کو ختم کر کے اسلامی اقتدار قائم کریں۔ انبیا علیہم السلام نے صرف نظریہ نہیں پھیلایا بلکہ نظریے پر ایمان لانے والوں کو اپنی قیادت میں منظم کر کے ایک امت بنایا۔ تمام انبیا علیہم السلام کا مقصد اور نصب العین ایک تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ○ (المومنون ۲۳: ۵۲)۔ اور یہ تمھاری امت ایک

ہی امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں، پس مجھی سے تم ڈرو)۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عام انبیا علیہم السلام کی طرح ایک امت برپا کی۔ آپؐ نے اپنے دور میں مختلف فوجیں مختلف امرا کی قیادت میں دعوت و جہاد کے لیے روانہ کیں اور انھیں ہدایات دیں جن میں معروف میں امیر کی سمع و اطاعت کی ہدایت بھی شامل ہوتی تھی۔ اس میں کسی کو کلام نہیں ہے۔ یہ کتاب و سنت اور فقہ اسلامی میں طے شدہ اصول ہے۔

اس وقت دنیا میں اسلامی تحریک اور اس کی چھوٹی بڑی تنظیموں سے وابستگی اور ان کے نظم کی اطاعت اس بنیاد پر ہے کہ یہ ایک ایسی جماعت اور فوج ہے جو اقامت دین کے لیے سرگرم عمل ہے، اور وہ اسی فریضے کو سرانجام دے رہی ہے جو فریضہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سپرد کیا گیا تھا۔ جو لوگ اس سے وابستہ ہوتے ہیں وہ ایک دستور کی بنیاد پر تنظیم میں شامل ہوتے ہیں اور اپنے عہد کی بنیاد پر اطاعت نظم کے پابند ہوتے ہیں۔ فریضہ اقامت دین کو سرانجام دینے کی خاطر ہی وہ اس تنظیم سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اس لیے ان میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ اس مقصد کے حصول کے لیے تنظیم کو مضبوط، فعال اور متحرک رکھے اور اسے وسیع کرنے کی کوشش کرے تاکہ مقصد میں کامیابی حاصل ہو۔

تنظیم کے بغیر اور تنظیمی قوت اور تنظیم کو بڑے پیمانے پر وسیع کیے بغیر یہ کام نہیں ہو سکتا۔ تنظیم کی مضبوطی کی بنیاد یہ ہے کہ لوگ نظم کی اطاعت کریں۔ اس کے نظم کے وہ تمام لوگ پابند ہیں جنھوں نے اس میں شمولیت اختیار کی ہے اور اطاعت کا عہد کیا ہے۔ اگر وہ معروف میں تنظیمی اور دعوتی کاموں میں نظم کی اطاعت نہیں کریں گے تو اپنے عہد کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوں گے۔ قرآنی حکم ہے: وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ج اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلاً ○ (بنی اسرائیل ۱۷: ۳۴) عہد کی پابندی کرو، بے شک عہد کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنی ہو گی۔ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلاَ تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا (النحل ۱۶: ۹۱) اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم نے اس سے کوئی عہد باندھا ہو، اور اپنی قسمیں پختہ کرنے کے بعد توڑ نہ ڈالو--- یہ عہد جو تنظیم کے ساتھ کیا گیا ہے، جس کا حلف اٹھایا گیا ہے، اس کی خلاف ورزی کی جائے گی تو گناہ ہو گا کیوں کہ یہ عہد کی خلاف ورزی ہے۔

اس میں سمع واطاعت کی خلاف ورزی کا گناہ، فوج کے امیر کے حکم کی خلاف ورزی کے گناہ کی طرح ہے۔ اس کے کاموں میں سستی کا وہی حکم ہے جو فوجی اور جہادی مہمات میں سستی کا ہے۔ جس طرح فوجی مہمات کی اہمیت میں فرق ہوتا ہے اور اس میں بعض مہمات میں شرکت سب کے لیے ضروری ہوتی ہے اور بعض میں سب کی شرکت ضروری نہیں ہوتی اور بعض کی حیثیت صدق اور نفاق کو پرکھنے کی ہوتی ہے۔ تحریکی مہمات کا بھی یہی حکم ہے۔

--- جو شخص عقیدہ اور نصب العین میں کمزوری کی بنا پر سمع و اطاعت میں کمزور ہو گیا اور تحریکی مہمات میں سست پڑ گیا وہ گناہ گار ہو گا۔

--- جو شخص عقیدہ اور نصب العین سے انحراف کی بنا پر تنظیم سے الگ ہو گیا وہ خسارے میں پڑ گیا۔

--- جو شخص نظم سے اختلاف کی بنا پر الگ ہو گیا اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔

--- جو کام کی مشکلات سے ڈر کر یا دنیاوی لالچ میں آ کر ایک طرف ہو گیا' وہ جہاد سے پیٹھ پھیرنے کے جرم کا مرتکب ہو گیا۔

اس تمہید کے بعد آپ کے سوالات کی ترتیب کے مطابق جواب کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) جو شخص موجودہ حالات میں' جب کہ اسلامی حکومت قائم نہیں ہے' اسلامی نظم جماعت میں شامل ہونے کے باوجود سمع و اطاعت نہیں کرتا وہ اپنے عہد کی خلاف ورزی کا مرتکب ہے اور سمع و اطاعت کی جس قدر خلاف ورزی کرے گا اسی قدر اپنے عہد کو توڑے گا اور اسی تناسب سے گناہ کا مرتکب ہو گا۔

(۲) اطاعت' معروف میں جائز ہے اور معروف کو قائم کرنے کی خاطر ہی تو تنظیم وجود میں آئی ہے۔ تب غیر معروف میں اطاعت کا تصور کیسے ہو سکتا ہے۔

(۳) اسلامی حکومت کے امیر' اور امیر جماعت کی اطاعت میں حکم کے اعتبار سے فرق ہے اور دونوں کی حدود مختلف ہیں۔ امیر المومنین کی اطاعت' امیر ریاست کی حیثیت سے ہوتی ہے اور امیر جماعت کی اطاعت تنظیم کے امیر کی حیثیت سے ہے۔ امیر ریاست کی اطاعت آدمی کی مرضی پر منحصر نہیں ہے' اس نے اس کی اطاعت کا عہد کیا ہو یا نہ کیا ہو اسے معروف میں اس کی اطاعت کرنا ہو گی۔ جب کہ وہ شرعی اصولوں کے مطابق منصب پر فائز ہوا ہو اور معروف کے مطابق حکم کرتا ہو۔ ایسے امیر کی اطاعت اور نافرمانی کے بارے میں فرمایا: مَنْ اَطَاعَ اَمِيْرِی فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ عَصٰی اَمِيْرِیْ فَقَدْ عَصَانِیْ "جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی"۔ لیکن امیر جماعت کی اطاعت عہد پر موقوف ہے' جس نے اطاعت کا عہد کیا ہو وہ اطاعت کرے گا اور جس نے اطاعت کا عہد نہیں کیا وہ اطاعت کا پابند نہیں ہو گا۔

(۴) اطاعت سے ہاتھ کھینچنے کی صورت میں جو وعیدیں آئی ہیں ان کا تعلق امیر المومنین اور مسلمانوں کے اجتماعی نظم سے کٹ جانے سے ہے۔ مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو جانا ان کے مقابلے میں تنہا چلنا یا جماعت بنانا' فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ عَنْ عُنُقِهٖ اور مَنْ شَذَّ شَذَّ فِی النَّارِ ترجمہ: (اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال لیا جو الگ ہوا' وہ الگ ہو کر آگ میں چلا گیا) کا مصداق اور اسلام سے علیحدگی کے ہم معنی ہے۔ امیر کی نافرمانی کو گناہ کبیرہ نہیں کہا گیا البتہ مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی کو گناہ کبیرہ کہا جا سکتا ہے

کیونکہ اس پر شَذَّ فِی النَّارِ کی وعید ہے۔ اس کے مقابلے میں مسلمانوں کی کسی تنظیم یا اسلامی تحریک کی کسی تنظیم سے علیحدگی' جماعتی تنظیم سے علیحدگی کے مترادف ہے۔ وہ اس وقت قابل اعتراض ہے جب آدمی اقامت دین کی جدوجہد کو ترک کر دے اور اس کے لیے کسی بھی اجتماعی کوشش کو چھوڑ دے۔ تنظیم سے علیحدگی کا فیصلہ' غلط فیصلہ تو ہو سکتا ہے لیکن اس کو ان احادیث کا مصداق نہیں کہا جا سکتا جن میں جماعت سے الگ ہونے پر وعیدیں آئی ہیں (مولانا عبدالمالک)۔

درس قرآن کا طریقہ

س: درس قرآن کا پروگرام کس طرح کرنا چاہیے کہ اس سے عام لوگ زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکیں؟ کیا ہر پڑھا لکھا شخص درس قرآن دے سکتا ہے؟ یا اس کے لیے "عالم" ہونا شرط ہے؟ کیا کوئی تحریکی ساتھی کسی تفسیر مثلاً تفہیم القرآن یا معارف القرآن وغیرہ سے درس دے سکتا ہے یا نہیں؟

ج: درس قرآن کی ایک صورت یہ ہے کہ آپ کوئی تفسیر پڑھ کر سنا دیں۔ یہ درس وہ شخص دے سکتا ہے جو ترجمہ اور تفسیر کو سمجھتا ہو۔ اس نے ترجمہ اور تفسیر کا مطالعہ کر کے اطمینان کر لیا ہو کہ اس میں جو لکھا گیا ہے وہ اسے سمجھ چکا ہے۔ ایسا شخص ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر سنا سکتا ہے۔ سننے سنانے کے بعد اہل مجلس اسے بحث مباحثہ کے ذریعے سے مزید سمجھنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک آدمی ترجمہ و تفسیر میں بصیرت پیدا کر چکا ہو اور تفسیر پڑھ کر سنانے کی بجائے براہ راست قرآن پاک سے ترجمہ و تفسیر پیش کر سکتا ہو۔ یہ وہ شخص ہو سکتا ہے جس نے لغت اور صرف و نحو کے ذریعے ترجمہ و تفسیر میں بصیرت پیدا کی ہو اور تفسیر کے دروس میں شامل ہو کر اساتذہ سے استفادہ بھی کیا ہو۔ ایسا شخص براہ راست درس دے سکتا ہے اور کبھی کوئی اشکال پیش آجائے تو اس کے لیے علما سے رجوع کر سکتا ہے۔

تیسرا شخص وہ ہے جو باقاعدہ عالم دین ہو۔ یہ شخص قدیم و جدید تفاسیر کا مطالعہ کر کے محققانہ انداز میں درس دے گا۔ یہ تمام لوگ مذکورہ طریقوں سے درس دے سکتے ہیں۔ تفہیم القرآن' معارف القرآن' تدبر القرآن' تفسیر ابن کثیر' فی ظلال القرآن اور دیگر جدید تفاسیر کا مطالعہ کر کے مضمون پر عبور حاصل کیا جائے۔ اس کے بعد درس دیا جائے تو موثر ہو گا۔

جماعت اسلامی کے کارکن باقاعدہ تعلیم و تربیت کے مراحل سے گزرتے ہیں۔ ان میں سے جو لوگ درس قرآن و حدیث دیتے ہیں وہ اجتماعات کے ذریعے بھی دروس قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کرتے ہیں

اور بعد میں ان کا مطالعہ بھی کرتے رہتے ہیں' اس لیے وہ جو درس دیتے ہیں۔ اس پر پورا عبور رکھتے ہیں۔ وہ محض مطالعہ کر کے درس نہیں دیتے بلکہ پڑھنے اور سمجھنے کے بعد درس دیتے ہیں اس لیے وہ پورے اطمینان کے ساتھ یہ خدمت سرانجام دے سکتے ہیں (ع - م)۔

عشر کے جدید مسائل: ایک وضاحت

س : "رسائل و مسائل" (جنوری ۹۹) میں آپ نے فرمایا ہے کہ بڑے زمین دار اپنے طور پر اخراجات منہا کیے بغیر عشر کا تعین کریں اور چھوٹے زمین دار اخراجات منہا کر کے بقیہ میں سے عشر ادا کریں۔ میں خود بھی اور کچھ دیگر زراعت پیشہ دوست بھی اس جواب سے اور مسئلے کی اس نوعیت سے مطمئن نہیں ہیں۔ پہلا سوال تو یہ ہے کہ چھوٹے اور بڑے زمین دار کا تعین کون کرے؟ کیا فارمولا ہو جو معروف ہو سکے؟ دوسرا سوال یہ ہے چھوٹے زمین دار کی اپنی کاشت سے جہاں آمدن کم ہو گی' وہاں فصل پر اٹھنے والے اخراجات بھی کم ہوں گے اور بڑے زمین دار کی جہاں فصل کی مقدار زیادہ ہو گی وہاں فصل بنانے پر اس کے اخراجات بھی زیادہ اٹھتے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ لوگوں کو حیلہ سازی کے مواقع ملیں گے۔ جس طرح ہسپتالوں میں فیس اور علاج کے اخراجات یا بچوں کو محکمہ تعلیم سے وظائف دلوانے کے لیے لوگ اپنی آمدنی کے جھوٹے سرٹیفکیٹ بنواتے ہیں۔ آیندہ اسلامی حکومت بنے گی تو عاملین کے ساتھ حیلہ سازی کی جائے گی۔

اور ایک بات یہ بھی ہے کہ اکثر علما احناف اس پر متفق ہیں کہ کاریز' نہر' چشمہ اور بارانی پانی کی فصل میں دسواں حصہ عشر ہے' جب کہ ٹیوب ویل یا دیگر ایسا پانی جس پر خرچ آتا ہو اس کی فصل میں سے بیسواں حصہ یعنی ۵ فی صد ہے۔ یہ متفقہ بھی ہے اور سادہ اور آسان بھی۔ ازراہ کرم اس مسئلے پر سیرحاصل بحث فرمائیں تاکہ بات واضح ہو جائے۔ فارمولا متعین صورت میں ہو اور معروف و مروج ہو جائے۔

ج : آپ نے عشر کے بارے میں استفسار پر جو اشکالات پیش کیے ہیں اس کی وضاحت یہ ہے کہ اصل تو یہی ہے کہ عشر کل پیداوار میں سے ادا کیا جائے۔ جمہور کا یہی مسلک ہے اور فتویٰ اسی پر ہے۔ لیکن بعض حضرات' صحابہ کرامؓ ' حضرت عبداللہ بن عباسؓ ' حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور بعض تابعین کے نزدیک بعض اخراجات' مثلاً ایسے اخراجات جو زمین پر قرض لے کر کیے ہوں' وہ منہا کیے جا سکتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ کا بھی یہی مسلک ہے اور بعض کے نزدیک کل اخراجات منہا کیے جا سکتے ہیں۔ حضرت عطاؒ تابعی کا

یہی مسلک ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ گھریلو قرضوں کو بھی منہا کرنے کی اجازت دیتے ہیں اور شارح ترمذی ابن عربی کی بھی یہی تحقیق ہے۔ انھوں نے اس کی دلیل یہ دی ہے کہ نبی کریمؐ اپنے عاملین کو ایک تہائی یا ایک چوتھائی منہا کر کے عشر لینے کی تلقین فرماتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اتنی مقدار اخراجات میں چلی جاتی ہے۔ نیز نبیؐ کے فرمان: لَيْسَ فِيْ مَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ صَدَقَةٌ ''پانچ وسقوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے'' سے چھوٹے زمین دار کا تعین ہو جاتا ہے۔

اس تفصیل سے یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ اخراجات کا مسئلہ اجتہادی نوعیت رکھتا ہے لہٰذا اصول تو اسی کو بنایا جائے کہ اخراجات منہا کیے بغیر عشر دیا جائے۔ لیکن اگر ایک آدمی پیداواری اخراجات کی وجہ سے اس قدر زیربار ہو گیا ہو کہ پیداواری اخراجات منہا کیے بغیر وہ عشر ادا کرنے کی سکت نہ رکھتا ہو' تو پھر ایسی حاجت شدیدہ کی صورت میں ان فقہا کے اجتہاد پر عمل کر سکتا ہے جن کے نزدیک اخراجات منہا کرنے کی اجازت ہے۔ چھوٹے زمین داروں سے اسی قسم کے زمین دار مراد ہیں جن کی پیداوار تھوڑی ہو یا وہ پیداواری اخراجات کی وجہ سے بہت زیادہ زیربار ہو چکے ہوں کہ وہ خود بھی فقرا اور مساکین کے زمرے میں آگئے ہوں۔ میں نے اپنے جواب کے آخر میں وضاحت سے لکھا تھا کہ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اخراجات کو مستثنیٰ کر دیا جائے۔ یہ اس وقت ہے جب کہ زمین دار غریب ہو' صاحب استطاعت نہ ہو اور اخراجات کو منہا کیے بغیر بوجھ تلے دب جائے۔ اسے دوسروں کی طرف سوال کے لیے رجوع کرنا پڑے اور قرض اٹھانا پڑے۔ اس کی دلیل بھی مذکورہ حدیث ہی ہے۔ یعنی اَلصَّدَقَةُ عَنْ ظَهْرِ غِنيً ''صدقہ مال دار کی پشت پر ہے''۔

امید ہے کہ اس وضاحت کے بعد آپ مطمئن ہو جائیں گے (ع - م)۔

۹۴' ۹۵' ۹۶' ۹۷' ۹۸ کے ۶۰ شمارے ۱۰ جلدوں میں

ترجمان القرآن کی گذشتہ ۵ سال کی دیدہ زیب جلدیں دستیاب ہیں

فی جلد: ۱۱۰ روپے رعایتی قیمت: ۷۰ روپے

مکمل سیٹ: ۷۰۰ روپے

اہل ذوق اور لائبریریوں کے ذمہ دار توجہ فرمائیں (ڈاک خرچ بذمہ خریدار)

مینیجر ترجمان القرآن' ۵ اے ذیلدار پارک' اچھرہ' لاہور فون: 7585590